سبق 2:

آن لائن اکیڈمی

(سورۃ یوسف ،آیت 7 تا 20)

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝۷

بے شک یقیناً یوسف (علیہ السلام) اور ان کے بھائیوں (کے قصے) میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں ۷

جیسی عظیم نعمت سے نواز کر یعقوب علیہ السلام کے خاندان اور اولاد سے بہت کام لیا اور وہ سبھی دین کی دعوت پیش کرتے رہے۔

كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ . . . : ''جیسا کہ اس نے اس سے پہلے اس (نعمت) کو ابراہیم اور اسحاق (علیہما السلام) پر پورا کیا۔'' یہ دادا اور پردادا بنتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے باپ یعقوب علیہ السلام ہیں، دادا اسحاق علیہ السلام اور پردادا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یہ چاروں اللہ کے نبی تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو کس قدر عزت سے نوازا کہ یوسف علیہ السلام بھی نبی اور ان کے باپ یعقوب علیہ السلام بھی نبی ہیں اور ان کے دادا اسحاق اور پردادا ابراہیم علیہم السلام بھی نبی ہیں بلکہ ابراہیم علیہ السلام تو ابوالانبیاء ہیں۔ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے بہت بڑا اعزاز ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ، يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)) [صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ﴿أم كنتم شهداء إذ حضر يعقوب الموت﴾ : ٣٣٨٢] '' کریم بن کریم، بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔''

اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ : ''بے شک آپ کا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' نبوت کس کو دینی ہے اور کون اس کا حق ادا کر سکتا ہے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس میں کسی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی شروع شروع میں کہتا تھا کہ میں اصل نبی نہیں ہوں بلکہ میں ''ظلّی نبی'' ہوں، یعنی مجھ پر نبی کا سایہ ہے۔ اس نے اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے ''ظلی اور بروزی'' دو قسمیں بنائیں اور خود کو ''ظلی نبی'' قرار دیا۔ اس کی یہ ساری باتیں جھوٹ پر مبنی تھیں۔ نبوت کسبی چیز نہیں ہے کہ جو کوئی اللہ کی عبادت کر کے ایک مخصوص مقام پر پہنچ جائے گا اسے نبوت مل جائے گی۔ نبوت درحقیقت ایک وہبی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے اور پھر اس پر وحی نازل کر کے کتاب و شریعت عطا کرتا اور نبوت و رسالت کے اعزاز سے نواز دیتا ہے۔ وہ حکیم ہے اور ساری حکمت اسی کی چلتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ان باتوں کو نہیں جانتا اور نہ ہی اللہ نے یہ معاملہ کسی اور پر چھوڑا ہے۔ اس حوالے سے کوئی اس کا مشیر اور دخیل نہیں ہے۔ یہ سارے کا سارا معاملہ اللہ رب العالمین کے ساتھ خاص ہے۔ [مزید دیکھیے القصص: ٨٦۔ الشوریٰ: ٥٢۔ ھود: ٤٩۔ البقرۃ: ١٠٥۔ آل عمران: ٧٤]

آیت 7 ﴿ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ . . . : یہ بہت عظیم قصہ ہے اور اس میں بہت سارے حقائق اور وضاحتیں ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قریشِ مکہ کو یہودیوں نے اکسایا تھا کہ محمد (ﷺ) خود کو سچے نبی کہتے ہیں تو ذرا ان

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ

جب (بھائیوں نے) کہا یقیناً یوسف اور ان کا بھائی ہماری نسبت ہمارے باپ کو زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک طاقتور

سے یوسف علیہ السلام کا قصہ پوچھو۔ اگر یہ صحیح بتائیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نبی ہیں اور اگر نہ بتا سکے تو ہم صاف کہہ دیں گے کہ یہ نبی نہیں ہیں اور تم بھی انکار کر دینا۔ یہ روایت کمزور ہے۔ مفسرین نے مشرکینِ مکہ کو اکسانے والی حدیث نقل کرنے کے بعد واضح طور پر کہا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ [دیکھیے تفسیر أشرف الحواشي : ۲۸۳] البتہ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پوچھا تھا کہ آپ ہمیں کوئی قصہ سنائیں تو اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے نازل ہونے والا یوسف علیہ السلام کا قصہ انھیں سنا دیا۔ [مسند البزار : ۱۱۵۳، وحسنه الأعظمي في الجامع الكامل : ۱۰/ ۴۳۲]

اللہ رب العزت نے یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے حوالے سے صاف طور پر یہ بات واضح کی ہے کہ اس واقعہ سے متعلق ساری باتیں ہم خود بیان کریں گے۔ اس سلسلہ میں بہت ساری بحثیں اور بہت سارے سوالات ہیں جن کا جواب ہم وحی کے ذریعے اپنے نبی کو بتائیں گے اور نبی اسے آگے امت پر واضح کریں گے۔ برادران یوسف نے اپنے بھائی کے خلاف کیسی کیسی منصوبہ بندیاں کیں، انھیں کنویں میں پھینکا گیا، وہ اس کنویں سے نکل کر مصر کے بازار میں فروخت ہوئے، عزیزِ مصر کے دربار میں پہنچے اور پھر وہاں سے قید خانے میں پہنچ گئے۔ اس دوران کیا واقعات پیش آئے اور وہ قید سے نکل کر کس طرح مصر کے تخت پر پہنچے، ان واقعات میں "اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ" پوچھنے والوں کے لیے یقیناً بہت بڑی نشانیاں ہیں۔

آیت 8 اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا: بعض کتب میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود اپنا خواب بھائیوں کو بتا دیا تھا، جس کے بعد یہ سارا معاملہ شروع ہوا اور انھوں نے یوسف علیہ السلام کے خلاف تدبیر کرنا شروع کی، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں پیش کردہ ساری روایات اسرائیلی ہیں جن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو بات قرآن میں بیان کی ہے اسے اسی طرح رکھنا چاہیے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی کہتے تھے کہ ساری محنت ہم کرتے ہیں اور کما کر ہم لاتے ہیں جبکہ یوسف (علیہ السلام) اور اس کا بھائی گھر میں باپ کے ساتھ رہتے ہیں، وہ ہم سے چھوٹے ہیں اور ابھی محنت کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں لیکن باپ کی ساری محبت اور رجحان ان کی طرف ہے۔ ہمیں ہماری محنت کا صلہ نہیں ملتا۔ ہمیں وہ محبت نہیں ملتی جو یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کو ملتی ہے، لہٰذا یہ ہمارے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہے۔

ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ ﴿۸﴾

جماعت ہیں۔ بے شک ہمارا باپ یقیناً صریح غلطی پر ہے ﴿۸﴾

قرآن مجید کے سیاق سے یہی باتیں ثابت ہو رہی ہیں اور پھر لازمی بات ہے کہ شیطان بھی خرابی پیدا کرنے کے لیے پورا زور لگاتا ہے۔ یقیناً اسی نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اکسایا کہ ساری محبت تو یوسف کو مل رہی ہے اور تمھیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو رہا۔ آج اگر یہ صورتِ حال ہے تو کل کیا ہو گا۔ عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں اسی قسم کے تصورات ہوتے ہیں کہ سب کچھ دوسروں کو مل جائے گا اور ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ شیطان ہمیشہ اسی قسم کی خرابیاں پیدا کرتا ہے اور بھائیوں کے درمیان حسد کی آگ بھڑکاتا ہے۔

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ: ''حالانکہ ہم ایک طاقت ور جماعت ہیں۔ بے شک ہمارا باپ یقیناً صریح غلطی پر ہے۔'' یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں جب یہ غلط خیال پیدا ہوا کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہا تو اسی چیز کو بنیاد بنا کر انھوں نے یوسف علیہ السلام کے خلاف منصوبہ بندی شروع کر دی۔ یہاں سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ غلط قسم کے لوگ اپنی غلطی کا جواز پیدا کرنے کی کوشش ضرور کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہی بات بیان کی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اسی بات کو بہانہ بنا کر ایک منصوبہ ترتیب دیا اور کہا کہ یہ ناانصافی اب ہم برداشت نہیں کریں گے کہ محنت ہم کریں اور یوسف (علیہ السلام) گھر بیٹھ کر کھائیں پئیں اور باپ کی ساری محبت بھی لے جائیں۔ یعنی وہ اپنے باپ کی غلطی بیان کر کے خود کتنی بڑی غلطی کرنا چاہتے ہیں، ان کی دانست میں یہ کوئی جرم نہیں تھا اور وہ کس قدر خوفناک منصوبہ بنا رہے تھے اس کا انھیں احساس تک نہیں تھا۔

یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ حسد ایک خطرناک بیماری ہے، حتیٰ کہ سگے بھائیوں میں بھی جب یہ مرض پیدا ہو جائے تو یہ سب کچھ تباہ کر دیتا ہے۔ برادرانِ یوسف سے پہلے بھی دو سگے بھائیوں یعنی آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں یہ حسد پیدا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ مائدہ (۲۷ تا ۳۱) میں موجود ہے۔ یہ زمین پر سب سے پہلا قتل تھا جو حسد کی بنا پر ہوا۔ آسمانوں پر بھی سب سے پہلا گناہ اسی حسد کی وجہ سے ہوا جب ابلیس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ حسد ہی کی بیماری تھی جس نے یہود کو ایمان جیسی نعمت سے محروم رکھا اور انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ٥٤] ''کیا وہ حسد کرتے ہیں ان لوگوں سے جن کو اللہ نے اپنے فضل سے نواز دیا ہے، پس یقیناً ہم ابراہیم (علیہ السلام) کے خاندان کو

کتاب اور حکمت دے چکے ہیں اور ہم نے ان کو بڑی سلطنت عطا کی تھی۔''

یہودی اہل ایمان سے بھی حسد کرتے تھے اور خواہش رکھتے تھے کہ اے کاش! یہ بھی نورِ ایمان سے محروم ہو جائیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرۃ: ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کہ وہ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمھیں کافر بنا دیں، (جس کی وجہ وہ) حسد ہے جو ان کے دلوں میں ہے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق واضح ہو چکا، پس تم معاف کر دو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' اس مرض حسد کی ہلاکت خیزی کے پیشِ نظر قرآن مجید میں سورۃ الفلق میں مسلمانوں کو حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی طرح متعدد احادیثِ مبارکہ میں حسد کی مذمت، قباحت اور نحوست کو بیان کیا گیا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ، أَوْ قَالَ: الْعُشْبَ)) [سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في الحسد: ٤٩٠٣، وحسنه الأعظمي في الجامع الكامل: ١١/ ٦٨٠] ''تم لوگ حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا لیتا ہے، جیسے آگ ایندھن کو یا گھاس کو کھا لیتی ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ. لَا أَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ! لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذَاكُمْ لَكُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)) [سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب: ٢٥١٠، وحسنه الألباني] ''تمھارے اندر اگلی امتوں کا ایک مرض گھس آیا ہے اور یہ حسد اور بغض کی بیماری ہے، یہ مونڈنے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سر کو مونڈنے والی ہے بلکہ دین کو مونڈنے والی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ جنت میں نہیں داخل ہو گے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو اور کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتا دوں جس سے تمھارے درمیان محبت قائم ہو؟ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جس نے نبی ﷺ نے فرمایا: ((وَلَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ : اَلْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ)) [سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب فضل من عمل في سبيل الله على قدمه: ٣١٠٩] ''بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے۔'' ایسے ہی سیدنا ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ

(لہٰذا) یوسف کو قتل کر دو، یا اسے کسی جگہ دور پھینک دو، تو تمھارے باپ کی توجہ تمھاری طرف زیادہ ہو جائے گی اور

فرمایا: ((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَتَحَاسَدُوْا)) [المعجم الكبير للطبراني: ۳۰۹/۸، ح: ۸۱۵۷] ''لوگ تب تک بھلائی اور خیر میں رہیں گے جب تک آپس میں حسد نہیں ہو گا۔'' حقیقت ہے کہ حسد ایسی مہلک بیماری ہے جس کے بہت زیادہ نقصانات ہیں۔ حاسد اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تقسیم پر راضی نہیں ہوتا۔ حسد سے دل میں حسرتیں پیدا ہوتی ہیں جس سے انسان روحانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور دل میں بغض، کینہ، اخلاقی گراوٹ اور نفس کی کمینگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے لوگ حسد کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔ حسد کرنا زوال کا سبب بھی ہے۔ برادرانِ یوسف کو اسی حسد کی وجہ سے شرمندگی اور خجالت اٹھانا پڑی۔

حسد ایسا خوفناک مرض ہے کہ باہمی حسد و عناد سے بچنے اور الفت و محبت کے لیے نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ ہمیں تشہد کے کلمات کی طرح یہ دعا سکھاتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ أَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُلُوْبِنَا، وَأَزْوَاجِنَا، وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ، مُثْنِيْنَ بِهَا، قَابِلِيْهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا)) [سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب التشهد: ۹۶۹، صححه زبير علي زئي] ''اے اللہ! ہمارے دلوں میں (ایک دوسرے کی) الفت پیدا فرما دے اور ہمارے آپس کے روابط کو عمدہ بنا دے، ہمیں سلامتی کے راستوں کی رہنمائی فرما اور اندھیروں سے بچا کر نور تک پہنچا دے اور تمام طرح کی ظاہری اور چھپی بدکاریوں سے محفوظ رکھ۔ ہمارے کانوں، آنکھوں، دلوں، گھر والیوں (بیویوں) اور بچوں میں برکتیں عطا فرما۔ اور (اے اللہ!) ہم پر رجوع فرما (ہماری توبہ قبول فرما) بلاشبہ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا بنا دے اور ہمیں ان پر حمد و ثنا کرنے والا اور انھیں برمحل استعمال میں لانے والا بنا دے اور ان نعمتوں کو ہم پر کامل فرما دے۔''

آیت 9 ﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا...: بھائیوں نے جب آپس میں مشورہ کیا تو حسد کی آگ میں جلتے ہوئے ایک نے یہ تجویز پیش کی کہ یوسف (علیہ السلام) کو قتل کر دیا جائے اور اگر قتل نہیں کرنا تو اسے دور کہیں لے جا کر پھینک دیا جائے، جہاں سے یہ واپس نہ آ سکے۔ یہ کسی صحراء میں گھل گھل کر مر جائے گا یا کوئی اسے پکڑ کر لے جائے گا تو ہمارا

قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑨

اس کے بعد تم نیک لوگ بن جانا⑨

مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ کہتے ہیں: ﴿يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ جب یہ (یوسف) زندہ نہیں رہے گا تو باپ کی ساری توجہ اور محبت ہماری طرف ہو جائے گی۔ یعنی یعقوب علیہ السلام کا دل یوسف علیہ السلام کی محبت سے خالی ہو جائے گا اور ہماری محبت ان کے دل میں گھر کر جائے گی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بھی احساس تھا کہ قتل بہت بری چیز ہے اور یہ بڑا سخت گناہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ یوسف علیہ السلام کے قتل کا ارادہ اور اس سلسلہ میں مشاورت کر رہے تھے۔

وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ: ''اور اس کے بعد تم نیک لوگ بن جانا۔'' یعنی اللہ سے معافی مانگ کر اپنے گناہ بخشوا لینا اور نیک اعمال کر کے ثابت کرنا کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔ جب دل میں یہ چیز پیدا ہوتی ہے کہ گناہ کر لو، پھر توبہ کر کے نیک بن جائیں گے تو اس سے گناہ کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ ایسا خیال قطعاً درست نہیں ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے پہلے ہی سوچ لے کہ میں جس گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہوں یہ معاف ہو جائے گا۔ ہاں البتہ انسان سے بھول ہو جائے، وہ جذبات میں آ کر غلطی کر بیٹھے اور اس کے بعد وہ معافی مانگ لے، تو یہ بالکل اور چیز ہے لیکن جب پتا ہو کہ قتل شرک کے بعد کبائر میں سے سب سے بڑا جرم ہے تو پھر ایسا انداز اختیار کرنے کی اجازت کسی طرح نہیں دی جا سکتی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ کام غلط ہے لیکن ہم ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ رب العزت نے یہ واقعہ بیان کر کے ان کی سوچ واضح کی اور یہ بات سمجھائی ہے کہ توبہ کا یہ طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ (اللہ) اس پر راضی ہوتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے سوچا تھا کہ کوئی حرج کی بات نہیں، بعد میں معافی مانگ لیں گے۔ اس سوچ کے پیدا ہونے سے گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور بندے کے اندر سے برائی کو روکنے والا جذبہ اور قوت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ عقیدے کی بہت بڑی خرابی ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب، خاندان اور قبیلے کے لوگ بھی ایسی ہی سازشیں کر رہے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ﴾ [الأنفال: ۳۰] ''اور یاد کیجیے! جب کافر لوگ آپ کے خلاف منصوبہ بنا رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں، یا قتل کر دیں، یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔'' یعنی یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یوسف تو ابھی چھوٹے ہیں، ان کا گناہ اور غلطی کوئی نہیں اور نہ ہی ان کا کسی سے کوئی جھگڑا ہے، اس کے باوجود محض حسد کی وجہ سے ان کے بھائی معصوم

قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ يَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّيَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿۱۰﴾

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو، اگر تم کچھ کرنے ہی والے ہو تو اسے اندھے کنویں میں پھینک دو، کوئی آتا جاتا قافلہ اسے اٹھالے جائے گا ﴿۱۰﴾

بچے کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو اے نبی! اگر آپ کی دعوت کے بعد آپ کے قتل کے منصوبے بنتے ہیں تو آپ نے اس سے پریشان نہیں ہونا۔

آپ دیکھیں کہ حسد انسان کو کس انتہا پر پہنچا دیتا ہے۔ شیطان بندوں کے دلوں میں یہ بیماری پیدا کرتا اور انھیں اکساتا ہے۔ وہ خود بھی بہت بڑا حاسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے لیے کہا، لیکن وہ نہیں مانا تو اس پر رب تعالیٰ نے کہا کہ نکل جا اور دور ہو جا، اب تیرا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام کو عزت بخشی اور انھیں جنت میں داخل کر دیا۔ شیطان کے دل میں حسد پیدا ہوا کہ ان کی وجہ سے میرے ساتھ یہ ہوا ہے تو میں اب اپنی اس بے عزتی کا انتقام لوں گا۔ اس انتقامی سوچ کی وجہ سے شیطان نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوانے کی کوشش کی اور پھر اللہ تعالیٰ سے مہلت طلب کی کہ اے اللہ! تو مجھے مہلت دے کہ میں آدم اور اس کی اولاد کو واپس جنت میں داخل نہ ہونے دوں۔ میں انھیں بہکاؤں گا، اکساؤں گا اور ان کے لیے جنت میں جانے کے راستے بند کر دوں گا۔ یہ شیطان ہی تھا جس نے سب سے پہلے حسد کیا اور پھر یہ بیماری لوگوں کے دلوں میں پیدا کی۔

حسد ایک شیطانی فعل ہے جس کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان اپنا اخلاق ختم کر بیٹھتا ہے اور بھائی چارہ باقی نہیں رہتا۔ حسد عام طور پر رشتہ داروں میں زیادہ ہوتا ہے، جسے ہم پنجابی میں ''شریکا'' کہتے ہیں۔ یہ حسد ہی کی مختلف شکلیں ہیں کہ ایک بھائی کا بیٹا زیادہ پڑھ گیا اور دوسرے کا نہیں پڑھ سکا تو اس پر مخالفتیں شروع ہو جاتی ہیں اور عورتیں حسد کرنے لگتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ حسد کی بیماری اتنی خطرناک ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے بھائی کے خلاف قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حسد سے بچنے کی ترغیب دے رہے ہیں کہ اس کی وجہ سے بندہ بہت بڑے بڑے گناہ اور غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔

آیت 10 قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُفَ . . . : یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب قتل کا منصوبہ بنایا تو ان میں سے ایک کہنے لگا کہ اگر تم نے یہ کام کرنا ہی ہے اور اپنے بھائی کو باپ سے دور کر کے ساری محبت خود لینی ہے تو یوسف کو قتل نہ کرو، کیوں کہ قتل بلاشبہ بہت بڑا گناہ ہے۔ میں تمھیں ایک تدبیر بتاتا ہوں، تم اس پر عمل کرو گے تو تمھارا مقصد

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

انھوں نے کہا اے ہمارے ابا جان! کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے، جبکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں ﴿۱۱﴾

بھی پورا ہو جائے گا اور تم قتل سے بھی بچ جاؤ گے۔ وہ کہتا ہے: ﴿اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ایسا گہرا اور اندھا کنواں تلاش کرو کہ جس میں نظر بھی نہ آئے کہ اس میں کون ہے، پھر اسے وہاں لے جا کر اس میں پھینک دو۔ یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ ایک ہوتا ہے اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل کر دینا، یہ زیادہ سنگین جرم ہے اور دوسرا یہ ہے کہ تم اسے کنویں میں پھینک دو۔ اس میں یہ سوچ نہیں ہے کہ وہ ڈوب کر مر جائے بلکہ وہ خود کہتے ہیں کہ اس میں یوسف کے بچنے کا امکان ہے۔ اس کی بات میں ایک طرح کا ترحم اور مہربانی پائی جاتی ہے، گویا کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے نصرت اور مدد ہی کی ایک جھلک ہے، کیونکہ دلوں میں مہربانی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے، نیز یہ بھی پتہ چلا کہ انسان جتنا بھی شریر اور سفاک ہو اس کے ضمیر میں نیکی اور خیر کا ذرّہ موجود رہتا ہے، اسی لیے کسی گناہ گار کے بارے میں حتمی فیصلہ نہیں سنانا چاہیے۔

يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ...: یوسف علیہ السلام کے بھائی نے کنویں میں پھینکنے کی جو تدبیر کی اس میں مقصود یہ تھا کہ وہ ڈوب بھی سکتے ہیں اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ کوئی قافلہ پانی پینے کے لیے آ کر رکے گا اور انھیں پتا چلے گا تو وہ اسے وہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔ اس طرح قتل بھی نہیں ہو گا اور مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ بعض مفسرین نے اس حوالے سے بحث کی ہے کہ یہ یعقوب علیہ السلام کا سب سے بڑا بیٹا یہودا تھا جس نے یہ بات کی تھی، لیکن یہ ساری اسرائیلی روایات ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس نام کا ذکر نہیں کیا تو ہمارے لیے بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم کسی کا نام لیں۔ بہرحال یوسف علیہ السلام کا بھائی کہتا ہے کہ مقصد پورا ہونا چاہیے، تم یوسف کو کنویں میں پھینکو گے تو قتل جیسے بڑے گناہ سے بھی بچ جاؤ گے اور مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ یوں اس کی بات سے دوسرے سب بھائیوں نے بھی اتفاق کر لیا۔

آیت 11 ﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ: یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب یہ منصوبہ بندی کر لی تو وہ یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے ابا جان! ہم سفر پر جاتے ہیں تو وہاں جنگلات ہیں، سیر و تفریح کے لیے بہت شان دار جگہیں ہیں اور کھانے پینے کے لیے بہت کچھ ہے۔ ہم بکریاں لے کر جاتے ہیں تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ وہ بھی سیر کر لے اور جنگل میں کھیلے کود لے۔ ان کے دل میں خدشہ تھا کہ باپ نے جلدی راضی نہیں ہونا اس لیے وہ پہلے ہی ان کے خدشات دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے، کیا ہم اس کے بھائی نہیں ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اسے کوئی تکلیف پہنچائیں گے؟

وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ: ہم اپنے بہت پیارے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو یہ اس کی خیر خواہی اور بھلائی

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے، تا کہ وہ (جنگل کے) پھل کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم یقیناً اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ⑫ کہا بے شک مجھے یہ بات غمگین کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ گے اور میں ڈرتا ہوں کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا جبکہ تم اس سے غافل ہو گے ⑬

کے لیے ہے۔ یوسف گھر بیٹھا کیا سیکھے گا اور کیا سمجھے گا؟ اسے گھر سے باہر نکلنا اور جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں کو دیکھنا چاہیے۔ اس سے طبیعت میں فرحت و تازگی آتی ہے اور بندے کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے، اس لیے اے ابا جان! آپ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ ہم اس کے بدخواہ نہیں ہیں۔ ہم اسے اپنے ساتھ کام کروانے کے لیے نہیں لے جانا چاہتے بلکہ ہم تو اس کے بہت خیر خواہ ہیں اور اس کا فائدہ چاہتے ہیں۔

آیت 12 اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ . . . : ہم جانتے ہیں کہ یوسف چھوٹا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ یہ بکریاں چرائے اور محنت و مشقت کرے، ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ یوسف ہمارے ساتھ جائے اور جنگل میں چل پھر کر پھل کھائے۔ "يَّرْتَعْ" کا لفظ جانور کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کہ جس طرح بھیڑ بکریاں اِدھر اُدھر چل پھر کر چگتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا یہ بھائی ہر وقت گھر میں رہتا ہے، یہ مختلف جگہوں سے اپنی مرضی سے پھل توڑ کر کھائے گا تو خوش ہو گا۔ یہ کھیلے کودے گا تو اس کا جسم پھلے پھولے گا، اس میں توانائی پیدا ہو گی اور جسمانی قوت میں اضافہ ہو گا۔ آپ کا اسے مستقل گھر میں بٹھا کر رکھنا مناسب نہیں ہے۔ لڑکوں کو گھر سے باہر نکلنا چاہیے۔ یعنی برادران یوسف باپ کے سامنے ایسا انداز اختیار کر رہے ہیں کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اپنے بھائی کے فائدے کے لیے ہی کہہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

آپ دیکھیں کہ وہ یوسف علیہ السلام کے خلاف بہت خطرناک منصوبہ بنا چکے ہیں لیکن باپ کو دھوکا دینے کے لیے اس کے سامنے جھوٹ بول رہے ہیں تا کہ اپنے مذموم منصوبے پر عمل کر سکیں۔ شیطان بندوں کو اسی طرح گناہوں پر اکساتا اور آمادہ کرتا ہے۔ انھوں نے ایک گناہ کرنا ہے تو دیکھیں شیطان کتنے مزید گناہ کروا رہا ہے اور کیا کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ کس طریقے سے باپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم اسے لے کر جائیں گے تو امانت سمجھ کر اپنے ساتھ رکھیں گے اور اس کی مکمل حفاظت کریں گے۔ آپ کو اس حوالے سے کسی قسم کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

آیت 13 قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ : یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی باتیں سنیں تو کہنے لگے مجھے اس بات کا

قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

انھوں نے جواب دیا کہ اگر بھیڑیا اسے واقعی کھا جائے جبکہ ہم ایک طاقت ور جماعت ہیں تو یقیناً ہم اس وقت خسارہ پانے والے ہوں گے ﴿۱۴﴾

خطرہ ہے کہ تم کہیں غافل ہو کر اپنے کاموں میں مصروف نہ ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا لے۔ اسی طرح میرے لیے یہ بات بھی بہت پریشانی والی ہو گی کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور یہ میرے پاس نہ رہے۔ میں تو اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں، یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میں اسے گھر میں اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے۔ تمھارا اسے اپنے ساتھ لے جانا میرے لیے غم میں مبتلا کرنے والی بات ہو گی۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کی باتیں سن کر برادران یوسف کا حسد اور زیادہ بڑھ گیا۔ ان کا حسد یہی تو تھا کہ محنت ہم زیادہ کرتے ہیں اور باپ کا ہمارے ساتھ اتنا پیار نہیں ہے جتنا یوسف کے ساتھ ہے۔ یعقوب علیہ السلام کہنے لگے کہ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔ گویا جو چیز حسد کا اصل باعث تھی وہ واضح ہو گئی اور باپ نے بھی اس کی گواہی دے دی۔

وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ . . . : ''اور میں ڈرتا ہوں کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا۔'' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو پہلے ہی پتا تھا کہ بھیڑیا اسے کھا جائے گا، وہ یہاں سے علم غیب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ بالکل بودی دلیل ہے۔ اگر انھیں پہلے سے علم تھا تو پھر انھوں نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے یہ باتیں کیوں کیں اور یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جانے ہی کیوں دیا؟ دوسری بات یہ ہے کہ بھیڑیے نے تو انھیں کھایا ہی نہیں تو پھر غیب والی بات کیسے ثابت ہو گئی، اس لیے یہ ساری باتیں بے علمی پر مبنی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اجازت مانگ رہے ہیں اور باپ نے ان کے پُرزور اصرار پر بالآخر اجازت دے دی۔ باقی ہر ماں باپ کے دل میں کھٹکا ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے فلاں فلاں خرابی ہو سکتی ہے۔ گویا والدین کے دل میں جو احساس اور خدشہ ہوتا ہے یعقوب علیہ السلام اس کا اظہار کر رہے ہیں کہ تم جنگل میں جا رہے ہو، وہاں جانور بھی ہوتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بھیڑیا اسے پکڑ کر کھا جائے، اور '' اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ '' تم اپنے کاموں میں مصروف رہو اور تمھیں پتا بھی نہ چلے۔

آیت 14 ﴿ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ . . . : وہ کہتے ہیں کہ ہم دس تنومند، زور آور اور بہادر نوجوان ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی بھیڑیا یوسف کو کھا جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم تنہا نہیں ہیں بلکہ سب اکٹھے، قوت والے اور ایک مضبوط جماعت ہیں۔ بھیڑیے میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ہم سب کا مقابلہ کر سکے۔ اس لیے آپ

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

چنانچہ جب وہ اسے لے گئے اور وہ متفق ہو گئے کہ اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس (یوسف علیہ السلام) کی

پریشان نہ ہوں، ہم اپنے بھائی کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

آیت 15 ﴿ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ . . . : اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام پر وحی نازل کی، یعنی ان کے دل میں القاء کیا اور انھیں حوصلہ دیا۔ ان کی عمر بھی ابھی تھوڑی تھی، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب قافلے والوں نے انھیں کنویں سے نکالا تو کہا: ﴿ هٰذَا غُلٰمٌ ﴾ یہ تو ایک لڑکا ہے۔ اب اتنے چھوٹے لڑکے پر اللہ تعالیٰ نے کیسے وحی نازل کی اور کیسے حوصلہ دیا یہ وہی بہتر جانتا ہے۔ بعض اسرائیلی روایات میں اس حوالے سے کچھ باتیں بیان ہوئی ہیں لیکن اللہ رب العالمین نے خود اس سلسلہ میں کچھ بیان نہیں کیا، اس لیے ہمیں بھی خواہ مخواہ اس بات کا پیچھا نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے جب اس ذات باری تعالیٰ نے خود یہ بات بیان نہیں کی تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا . . . : اللہ رب العزت نے یوسف علیہ السلام پر وحی نازل کر کے ان کے دل کو مضبوط کر دیا اور کہا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب تم اپنے خلاف منصوبے بنانے والوں کو ضرور اس معاملے کی خبر دو گے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو بہت مختصر کر کے بیان کیا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب انھیں کنویں میں پھینکنا چاہتے تھے تو لازمی بات ہے یوسف علیہ السلام پریشان ہوئے ہوں گے، انھوں نے بھائیوں کے سامنے گریہ وزاری کی ہو گی اور مزاحمت کرتے ہوئے بچاؤ کی کوشش بھی کی ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کنویں میں پھینکے جانے پر تو موت صاف نظر آتی ہے، لیکن اللہ رب العالمین فرماتے ہیں کہ ہم نے وحی کے ذریعے یوسف علیہ السلام کو حوصلہ دیا اور بتا دیا کہ تم نے پریشان نہیں ہونا، یہاں تمھارے لیے موت نہیں ہے، تمھارا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ یہ ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ ہم تمھاری مدد کریں گے، تمھیں اس کنویں سے زندہ نکالیں گے اور پھر وہ مرحلہ بھی آئے گا جب تیرے یہ بھائی، جو آج تمھیں کنویں میں ڈال رہے ہیں، کل یہ سارے تمھارے پاس آئیں گے "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" اور انھیں شعور بھی نہیں ہو گا کہ ہم کس کے پاس جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ابھی بھائیوں کے یوسف علیہ السلام کے پاس آنے کی کیفیت بیان نہیں کی، البتہ یہ واضح کر دیا ہے کہ جب وہ آئیں گے تو تمھیں پہچانیں گے نہیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ ﴾ اے یوسف! تمھیں معلوم ہو گا کہ تمھارے بھائی آئے ہوئے ہیں اور جب تم بتاؤ گے تو پھر راز کھلے گا اور ساری حقیقتیں واضح ہوں گی کہ درحقیقت ہوا کیا تھا۔ غور کریں کہ یوسف علیہ السلام کے مقابلے میں یہ سارے اکٹھے اور ایک منصوبے پر متفق تھے۔ ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ

بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵﴾

طرف وحی کی کہ تم ضرور ان کو ان کے اس معاملے کی خبر دو گے جبکہ انھیں شعور ہی نہیں ہو گا ﴿۱۵﴾

بھی نہیں تھی، لہٰذا وہ اپنے منصوبے پر عمل درآمد کر رہے ہیں اور باپ کو دھوکا دے کر یوسف کو ساتھ لے گئے ہیں۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ دشمن تمھارے خلاف بہت بڑے بڑے منصوبے بنائیں گے اور بسا اوقات ان کے منصوبے بظاہر کامیاب بھی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ برادران یوسف نے ایک منصوبہ بنایا اور باپ کے ہاتھوں سے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی سمجھتے تھے کہ یا تو یہ ڈوب کر مر جائے گا اور یا پھر کوئی قافلہ اسے اپنے ساتھ لے جائے گا اور ہماری ان سے جان چھوٹ جائے گی، لیکن اللہ رب العالمین فرماتے ہیں کہ ہم اپنے اس بندے کو نہ صرف بچائیں گے بلکہ اسے مصر کے تخت پر بٹھائیں گے۔ وہاں پھر یہ قحط زدہ بھائی مدد مانگنے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس موقع پر یوسف علیہ السلام کو یہ شان بخشے گا کہ ان کے بھائیوں کو بھیک مانگنے والا بنا کر ان کے سامنے کھڑا کر دے گا۔ اللہ رب العزت کے منصوبے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں، فرمایا: ﴿وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ [ال عمران: ٥٤] ''اور انھوں نے ایک چال چلی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ ہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔'' یعنی مخالفین اپنی چالیں چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیریں کرتا ہے۔ جب ان کی تدبیریں آپس میں ٹکراتی ہیں تو اللہ کی تدبیر ہی کامیاب ہوتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ میں امتِ محمد ﷺ کے لیے بہت بڑی دعوت ہے کہ اگر کوئی تمھارے خلاف بڑے سے بڑے منصوبے بھی بنا لے، ان کے پاس وسائل ہوں اور ان کے منصوبے بھی بہت خوفناک ہوں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ جب کسی کو بچانے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کی مدد کرتا ہے اور اسے بچا کر دکھاتا ہے۔ اس لیے اگر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے بڑے کام کرنے ہیں تو دشمن کے منصوبے اور رکاوٹیں دیکھ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ جہاد کو دہشت گردی قرار دے کر دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ کافر قوتوں کی فوجیں، وسائل اور بین الاقوامی ادارے سب مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں۔ اسلام پسندوں پر ایسی پابندیاں لگائی جاتی ہیں کہ یہ لوگ معاشروں میں نہ رہیں اور اپنا دفاع نہ کر سکیں۔ یہ ساری پابندیاں ان پر لگتی ہیں جن کے جہاد کی زد کافر قوتوں پر پڑتی ہے، ورنہ تکفیری اور خارجی نظریات رکھنے والی تنظیموں کی درپردہ حمایت کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نام نہاد جہاد کا فائدہ دشمن قوتوں کو پہنچ رہا ہوتا ہے۔

کافر قوتیں مسلم حکومتوں پر بھی دباؤ ڈالتی ہیں کہ اگر تم اسلام پسندوں کی مدد کرو گے تو تمھارے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی۔ دنیا میں کفار کے منصوبے اسی طرح چلتے ہیں لیکن دیکھ لیں ساری دنیا نے زور لگا لیا، صحیح دین پر عمل کرنے

وَ جَآءُوۡۤ اَبَاهُمۡ عِشَآءً يَّبۡكُوۡنَ ﴿۱۶﴾

اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ⑯

والوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ جب تک مسلمان کتاب وسنت کے نبوی منہج پر قائم رہتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے عمل کو جاری رکھتے ہیں ان کا یہ عمل اللہ کے فضل وکرم سے ان کا دفاع بنتا ہے اور دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جس رب کی خاطر مسلمان اپنا خون پیش کر رہے ہوتے ہیں وہ اپنے ان بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی بات ہو رہی تھی تو دس بھائیوں نے مل کر انھیں کنویں میں پھینکا لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں بچا لیا اور فرمایا: ﴿لَتُنَبِّئَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَ هُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''تم ضرور ان کو ان کے اس معاملے کی خبر دو گے جبکہ انھیں شعور ہی نہیں ہو گا۔'' یعنی اللہ رب العالمین جو چاہیں گے وہی ہو گا اور رب تعالیٰ وہ وقت لے کر آئیں گے جب اے یوسف! تم بتاؤ گے کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔

آپ یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو پڑھیں تو آج کے حالات سے بہت زیادہ مطابقت دکھائی دیتی ہے۔ کافر قوتیں اس وقت غصے سے بھری نظر آتی ہیں کہ ہم نے اتنا کچھ کر لیا لیکن صحیح دین پر عمل کرنے والوں کی دعوت، ان کی سیاست اور ان کا جہاد ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہے کہ نبوی منہج پر کاربند لوگوں کو جہاں سے راستہ ملتا ہے وہ اپنا کام کرتے چلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر میدان میں انھیں کامیابیوں و کامرانیوں سے نواز رہا ہے۔

آیت 16 ﴿وَ جَآءُوۡۤ اَبَاهُمۡ عِشَآءً يَّبۡكُوۡنَ: یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکنے جیسا قبیح جرم کرنے کے بعد وہ دن کی روشنی میں باپ کے پاس نہیں آئے بلکہ جان بوجھ کر دیر سے عشاء کے وقت پہنچے اور روتے ہوئے آئے۔ عشاء کا وقت وہ ہوتا ہے جب اندھیرا پورے طور پر چھا جائے اور شفق غائب ہو جائے۔ مقصد یہ تھا کہ باپ یہ نہ کہے کہ اگر یوسف کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا تو اس دوران تم نے کیا کیا؟ یعنی انھوں نے ظاہر کیا کہ ہمارے دیر سے آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کو تلاش کرتے رہے اور اس سلسلہ میں ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جرم کی وجہ سے انھیں بے چین کر دیتا ہے اور ان کا رونا دھونا سارا ڈرامہ ہی ہوتا ہے۔ آج کے دور میں بھی ہم دیکھیں تو غاصب قوتیں کس قدر واویلا کرتی اور روتی پیٹتی ہیں۔ ان کی طرف سے یہ سارا رونا پیٹنا درحقیقت مختلف خطوں وعلاقوں میں بہتے مسلمانوں پر جاری بدترین مظالم سے توجہ ہٹانے اور خود کو سچا ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ حقیقت ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ظالموں کے منصوبے ناکام کرتا ہے تو یہ لوگ پھر ایسے ہی روتے ہیں۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ

وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝۱۷

الثلثۃ

انھوں نے کہا اے ہمارے اباجان! بے شک ہم دوڑ میں مقابلہ کرتے ہوئے آگے نکل گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ تو ہماری بات ماننے والے نہیں، خواہ ہم سچے ہی ہوں ۱۷

آیت 17 قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ . . . : برادران یوسف نے اپنے منصوبے پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنی طرف سے ایک کہانی گھڑی۔ آج کی زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے ایک کورسٹوری (Cover Story) تیار کی اور روتے پیٹتے باپ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم جنگل میں دوڑ میں مقابلہ کرنے لگے کہ دوڑ میں کون آگے جاتا ہے، اس دوران دوڑتے ہوئے ہم دور نکل گئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ہم تیراندازی کا مقابلہ کرنے کے لیے دور کسی جگہ پر چلے گئے، ایسے میں ہم نے یوسف کو اپنے ساز وسامان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ تم یہاں آرام کرو اور سامان کی رکھوالی کرو، لیکن ”فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ“ ایک بھیڑیا آیا جو اسے کھا گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دل میں تھا کہ ہم نے اپنے باپ کو کوئی اور کہانی سنائی تو شاید وہ نہ مانیں، اس لیے یعقوب علیہ السلام نے پہلے سے جس خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ کہیں تم غافل ہو گئے تو یوسف کو بھیڑیا نہ کھا جائے، انھوں نے بھی واپس آ کر وہی بات بیان کی اور کہا کہ آپ کا خدشہ درست ثابت ہوا ہے۔ یہ سارا ڈرامہ ان کی طرف سے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے تھا۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ : بندہ جب جرم کرتا ہے تو اس کا ضمیر بھی پریشان کرتا ہے کہ دیکھو تم جھوٹ بول رہے ہو۔ برادران یوسف کے دل میں بھی یہ بات تھی کہ تم باپ کو دھوکا دے کر اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہو۔ اسی لیے وہ ساتھ ہی کہنے لگے کہ اے اباجان! ہمیں پتا ہے کہ آپ نے ہم پر اعتبار نہیں کرنا اگرچہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ دل میں خدشہ موجود تھا کہ باپ نے ماننا نہیں۔ ماں باپ بہت سمجھدار ہوتے ہیں۔ بچے غلطیاں کرتے ہیں تو اور کسی کو علم ہو یا نہ ہو ماں کو عام طور پر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ میرا بیٹا یا بیٹی کیا کر رہی ہے اور رات گئے تک موبائل کس مقصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے، لیکن مائیں بچوں کی غلطیوں پر پردے ڈالتی ہیں۔ یعقوب علیہ السلام باپ تھے تو انھیں بھی اصل حقیقت سمجھ آ گئی تھی لیکن ایسے حالات میں انسان بچوں کا آخر کیا کر سکتا ہے؟ ادھر باپ کی طرح بیٹے اپنی جگہ پر پریشان تھے کہ باپ نے تو ہماری بات نہیں ماننی، ہم تو اپنا ڈرامہ صحیح طریقے سے کریں۔ ہمارے ہاں بعض سیاست دانوں کا رویہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بہت جھوٹ بولتے ہیں، عوام کو مطمئن کرنے

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ
جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور وہ اس (یوسف علیہ السلام) کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے، (باپ نے) کہا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک خوبصورت بات بنائی ہے، پس صبر ہی بہتر ہے اور اس بات پر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کر رہے ہو ﴿۱۸﴾

کے لیے ڈھونگ رچائے جاتے ہیں اور بل پاس کیے جاتے ہیں، لیکن اندر سے نیتیں درست نہیں ہوتیں، یہی وجہ ہے کہ اس سے فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ جو لوگ رب تعالیٰ کی نافرمانیوں کو اپنا وطیرہ بنالیں ان کے انداز اور رویے پھر ایسے ہی ہوتے ہیں۔

آیت 18 ﴿وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ . . . : یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنی بات کو سچا ثابت کرنے کے لیے کسی جانور کو ذبح کر کے اس کا خون یوسف علیہ السلام کی قمیص کو لگایا اور باپ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ یہ دیکھیں یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے جب ان کی بات سنی اور خون آلود قمیص کو دیکھا تو ان کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے اپنی طرف سے یہ ساری کہانی گھڑ لی ہے۔ ''بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا'' کا مطلب ہے نفس کا کسی خیال کو خوبصورت بنا کر پیش کرنا، یعنی تم نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے یہ بڑا خوبصورت بہانا گھڑا ہے، مجھے تو اس میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔

یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور بہت صاحب بصیرت تھے۔ نبیوں کو اللہ رب العالمین نے بہت زیادہ صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے، انھوں نے جب قمیص کو دیکھا کہ اسے خون تو لگا ہوا ہے لیکن یہ کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں ہے تو کہنے لگے کہ بھیڑیا کتنا سمجھدار اور تربیت یافتہ تھا کہ جب وہ یوسف کو کھانے لگا تو اس کے کپڑے اتار کر ایک طرف رکھ دیے اور پھر یوسف کو کھانے کے بعد یہ خون آلود قمیص تمھیں پکڑا دی کہ جاؤ باپ کو مطمئن کر لو۔ [دیکھیے تفسیر الطبري: ۱۳/ ۳۶] گویا یعقوب علیہ السلام نے ان کی دلیل کو رد کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ بھیڑیے نے یوسف کو نہیں کھایا، یہ ساری حرکت تمھاری اپنی ہے، تم نے خود ہی اسے نقصان پہنچایا ہو گا۔ جس طرح تم جھوٹا خون لگا کر قمیص میرے پاس لے آئے ہو اسی طرح یہ ساری کہانی ہی جھوٹی اور محض اپنے جرم کو چھپانے کے لیے ہے۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ : ''پس صبر ہی بہتر ہے اور ایسی بات پر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔'' صبر جمیل اس صبر کو کہتے ہیں جس میں انسان مصیبت آ جانے پر جزع فزع اور شکوے شکایت

وَ جَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ
وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹

اور ایک قافلہ آیا، پس انھوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا، تو اس نے اپنا ڈول لٹکایا، بول اٹھا کہ بڑی خوش خبری کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے، چنانچہ انھوں نے قیمتی چیز سمجھ کر اسے چھپالیا اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے تھے ۱۹

کرنے کی بجائے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اور صدمہ کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر جائے اور اگر کوئی شخص جزع فزع (بے صبری) اور شکوے کے بعد کہتا ہے کہ میرا صبر ہے تو اس کو صبر نہیں کہا جاتا، حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى)) [صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور : ۱۲۸۳] ''صبر تو صرف پہلے صدمے کے وقت ہے۔'' یعقوب علیہ السلام نے بھی بیٹوں کی طرف سے یہ سارا جھوٹ سنا تو بہت صبر سے کام لیا اور کہا کہ میرے پاس اپنے اللہ سے مدد طلب کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ وجہ یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کو تلاش کرنے کے لیے بھی تو انھوں نے اپنے بیٹوں کو ہی بھیجنا تھا، لیکن جب وہ خود ہی یہ سارا ظلم کرنے والے تھے تو پھر وہ رب تعالیٰ سے فریاد کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے بیٹوں سے یہی کہا کہ میں تو صرف اپنے اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ یہی جملہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا جب ان پر بہتان لگایا گیا اور پھر اللہ نے ان کو بری کیا اور قرآن میں آیات نازل کیں۔ [دیکھیے صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا : ۲۶۶۱]

آیت 19 وَ جَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ . . . : یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکے جانے کے بعد وہاں سے ایک قافلے والوں کا گزر ہوا۔ ظاہر بات ہے کنواں جس جگہ پر تھا وہاں آمد و رفت تھی اور گزرنے والے لوگ وہاں سے پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ قافلہ اس مقام پر پہنچا تو قافلے والوں نے پانی لانے والے شخص کو بھیجا کہ جاؤ کنویں سے پانی لے کر آؤ، جب اس نے کنویں میں اپنا ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ لٹک گئے ہوں گے اور ڈول کے ساتھ ہی انھیں بھی باہر نکال لیا گیا ہو گا۔ پانی نکالنے والے نے جب دیکھا کہ یہ تو بہت خوب صورت لڑکا ہے تو وہ حیران ہوا اور اس نے قافلے والوں کو آواز دی اور کہا کہ میں تو پانی لینے آیا تھا لیکن '' يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ '' یہاں تو بہت بڑی بشارت اور خوش خبری ملی ہے کہ ایک خوب صورت لڑکا بھی مل گیا ہے۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوسف علیہ السلام پر یہ بہت بڑا احسان ہوا کہ قافلے والوں کی توجہ کنویں سے پانی لانے کی طرف ہو گئی اور انھیں بھی اس کنویں سے باہر نکلنے کا موقع مل گیا۔

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۴ ۱۲

اور انھوں نے چند درہموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لے کر اسے بیچ ڈالا جبکہ وہ اس کے بارے میں کوئی (زیادہ) دلچسپی رکھنے والے ہی نہ تھے ﴿۲۰﴾

وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً: قافلے والوں نے اس خبر کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا اور اسے ایک قیمتی چیز سمجھ کر چھپالیا کہ اسے بیچ کر نفع کمائیں گے۔ بعض تفاسیر میں اس حوالے سے ایک بہت کمزور بات نقل کی گئی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں نے کنویں سے نکال لیا تو اسی وقت وہاں ان کے بھائی بھی پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے اور بھاگا ہوا آیا ہے تم اسے کہاں لے جارہے ہو؟ گویا برادران یوسف بھی اصل بات کو چھپا رہے تھے اور قافلے والے بھی چھپا رہے تھے۔ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ سیاقِ کلام سے ساری بات صاف واضح ہو رہی ہے کہ جب پانی نکالنے والے نے دیکھا کہ ڈول کے ساتھ لڑکا نکل آیا ہے تو اس نے دہائی دی اور خوش خبری سنائی تو سارے قافلے والوں نے اکٹھے ہو کر اسے چھپالیا اور اپنے ساتھ لے گئے، اس میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا بالکل بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ: ”اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے تھے۔“ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ساری چیزیں تھیں۔ یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکلوانا اور محفوظ کروانے کا سارا معاملہ رب تعالیٰ کے علم میں تھا۔

آیت 20 ﴿ وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ . . . : قافلے والے جب یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے گئے تو مصر جاکر انھوں نے اسے بہت تھوڑی قیمت میں بیچ دیا۔ درحقیقت انھیں کھٹکا لگا ہوا تھا اور وہ پریشان تھے کہ کوئی پیچھے سے آکر ہمارے ہاتھوں سے اسے چھین کر نہ لے جائے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایسا ہوا تو سارا راز کھل جائے گا اور ہمارا سارا کام ہی بگڑ جائے گا، اس لیے انھوں نے یوسف علیہ السلام کو اونے پونے داموں میں بیچ دیا۔ یوسف علیہ السلام کے قصے گھڑنے والوں نے اپنی طرف سے بہت ساری باتیں بیان کی ہیں کہ ایک عورت سوت کی اٹی لے کر آگئی اور کوئی فلاں چیز لے کر آگیا تو یہ ساری باتیں محض داستانیں ہیں۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ وہ جلد اس لڑکے سے جان چھڑانا چاہتے تھے، اس لیے تھوڑی سی قیمت کے بدلے میں بیچ کر وہاں سے نکل گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی حقیقی غلام کو نہیں بیچ رہے تھے، لہٰذا جو کچھ مل گیا انھوں نے اسے ہی غنیمت سمجھا اور پھر وہ اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ کوئی ان کو پہچان نہ لے یا خود یوسف (علیہ السلام) لوگوں کو حقیقت بتا کر انھیں پکڑوا نہ دیں۔ مفسرین نے اس حوالے سے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بیچ کر لیے گئے پیسے بھی حرام تھے کیونکہ آزاد شخص کو بیچنا حرام ہے اور اس کی قیمت لینا بھی حرام ہے،

وَ قَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ

اور مصر میں جس شخص نے انھیں خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے عزت کی جگہ دو، امید ہے کہ یہ ہمیں نفع دے گا،

اسی لیے قرآن نے " بِثَمَنٍ بَخۡسٍ " انتہائی معمولی قیمت کہا ہے۔

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یوسف علیہ السلام کو خواب دکھایا اور پھر اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس دوران جو کچھ ہوا ہے پہلے کسی کو اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ یعقوب علیہ السلام کے دل میں اگرچہ خدشات تھے لیکن وہ جانتے کچھ نہیں تھے۔ تقدیر کا مسئلہ غالب آیا تو بالآخر انھوں نے بیٹے کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا جنھوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا۔ اب ان کے بھائیوں کو کیا علم تھا کہ یہ یہاں سے نکل کر مصر کے تخت پر بیٹھ جائے گا۔ ان کے دل میں تو یہی تھا کہ ہم نے اس سے جان چھڑالی ہے اور اپنا مشن مکمل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سارا واقعہ بیان کر کے یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ کسی کو کچھ پتا نہیں تھا کہ کل کیا ہونے والا ہے اور آئندہ معاملات کیسے ہوں گے؟ یعنی ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ لوگوں نے اپنے طور پر خود ہی پوری کہانی بنائی ہو۔ جو کچھ ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ہو رہا تھا۔ رب تعالیٰ کی تقدیر ہے، وہ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔

آیت 21 ﴿ وَ قَالَ الَّذِی اشۡتَرٰىهُ مِنۡ مِّصۡرَ لِامۡرَاَتِهٖۤ اَكۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ : یوسف علیہ السلام کو خریدنے والا عزیزِ مصر تھا۔ وہ لڑکے کو لے کر گھر پہنچا تو بیوی سے کہنے لگا کہ میں نے اسے خریدا ہے لیکن یہ عام بچوں جیسا نہیں ہے۔ میں نے اسے بہت ذہین اور باصلاحیت پایا ہے۔ ظاہر ہے وہ حکومت میں بڑا عہدیدار اور ایک جہاندیدہ انسان تھا، اس لیے بیوی سے کہتا ہے کہ میں بہت قیمتی چیز لے کر آیا ہوں۔ ہم اسے محض ایک غلام یا نوکر بنا کر نہیں رکھیں گے بلکہ " اَكۡرِمِیۡ مَثۡوٰىهُ " تم نے اس کے ساتھ بہت اکرام اور عزت والا سلوک کرنا ہے، جیسا کہ مہمانوں اور باوقار لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی عمر تو تھوڑی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا معزز بنا دیا کہ خرید کر لانے والا خود کہتا ہے کہ یہ نوکر نہیں ہے، اسے ہم گھر کا فرد بنا کر رکھیں گے۔

عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا : جوں جوں یہ بڑا ہو گا اور جوانی کو پہنچے گا ہمیں بہت فائدہ دے گا یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں گے۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ عزیزِ مصر کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی اولاد نہیں تھی۔ اسی لیے وہ خواہش رکھتا تھا کہ یہ لڑکا اس قابل ہے کہ ہم اسے اپنا بیٹا بنائیں، لہٰذا وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ بیٹوں کے ساتھ جو سلوک ہونا چاہیے وہی تم نے اس کے ساتھ کرنا ہے۔